Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 177-188
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

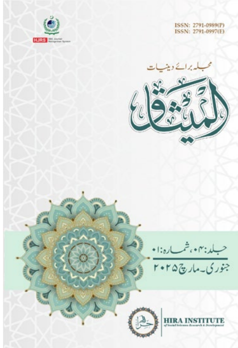

متنِ حدیث کی تحلیل و تشریح میں امام بیضاوی رحمہ اللہ کا منہج: تحفۃ الابرار کا اختصاصی مطالعہ

Imām al-Baiḍawī's Method in the Analysis and Interpretation of Ḥadīth Texts: A Focused Study of Tuḥfat al-Abrār

1. Hafiz Muhammad Ibrahim hafizmibrahim1990@gmail.com	*Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.*
2. Dr. Farhat Naseem Alvi farhat.naseem@uos.edu.pk	*Chairperson, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.*

How to Cite: Hafiz Muhammad Ibrahim and Dr. Farhat Naseem Alvi. 2025: "Imām al-Baiḍawī's Method in the Analysis and Interpretation of Ḥadīth Texts: A Focused Study of Tuḥfat al-Abrār". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 177-188.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
22-02-2025	27-03-2025	31-03-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, Asian Research Index, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, SCI, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

متنِ حدیث کی تحلیل و تشریح میں امام بیضاوی رحمہ اللہ کا منہج: تحفۃ الابرار کا اختصاصی مطالعہ

Imām al-Baiḍawī's Method in the Analysis and Interpretation of Ḥadīth Texts: A Focused Study of Tuḥfat al-Abrār

1. **Hafiz Muhammad Ibrahim**
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.
hafizmibrahim1990@gmail.com

2. **Dr. Farhat Naseem Alvi**
Chairperson, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.
farhat.naseem@uos.edu.pk

Abstract

This article presents an analytical study of Imām al-Baiḍawī's approach in Tuḥfat al-Abrār, with a specific focus on his detailed explanation of complex and rare words (*gharīb al-ḥadīth*) found in the text. The commentary highlights the meanings of uncommon terms, often clarifying their linguistic roots and usage. Al-Baiḍawī also provides grammatical (naḥwī) and morphological (ṣarfī) analysis, which helps readers understand the structural and syntactical dimensions of Ḥadīth texts. In addition, when geographical locations or proper names are mentioned, the author offers helpful background and clarification. The commentary also includes relevant contextual connections (munāsabat) between Ḥadīths and their surrounding texts, ensuring coherence in interpretation. Another notable feature is al-Baiḍawī's method of referencing earlier authoritative sources. He not only cites classical works but critically engages with them, selectively adopting or refining their views. This paper aims to explore these features in a systematic manner, showing how Tuḥfat al-Abrār serves not only as a Ḥadīth commentary but also as a valuable linguistic, juristic, and theological reference for scholars and students alike.

Keywords: *Ḥadīth, Al-Baiḍawī, Tuḥfat al-Abrār, Commentary, Linguistics, Theology.*

تعارف

حدیثِ نبوی ﷺ کے فہم و تشریح کا عمل اسلامی علوم میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے، جس کی مختلف جہات پر محدثین، فقہاء اور مفسرین نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان بلند پایہ شخصیات میں ایک معروف نام امام بیضاوی علیہ الرحمۃ کا ہے جنہیں بالعموم تفسیر کے میدان میں شہرت حاصل ہے، تاہم ان کا علمی و فکری تعمق حدیثِ نبوی ﷺ کے فہم میں بھی نمایاں ہے۔ ان کی کتاب تحفۃ الأبرار شرح المصابیح امام بغویؒ کی جامع حدیثی تصنیف المصابیح کی شرح ہے، جس میں انہوں نے حدیث کے الفاظ، اسالیب، معانی، فقہی نکات اور حکمتوں کی شرح میں ایک خاص منہج اختیار کیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں امام بیضاویؒ کے منہجِ تشریحِ حدیث کا اختصاصی مطالعہ تحفۃ الأبرار کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے، جس کے تحت ان کے اسلوبِ شرح، استعمال کردہ مصادر، فقہی استنباطات، لغوی وبلاغی نکات اور دیگر تشریحی اصولوں کا تجزیاتی جائزہ لیا جائے گا۔ اس مقالہ میں متن حدیث کی تحلیل و تشریح میں امام موصوف کے منہج کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جن میں غریب الفاظ کی تشریح، الفاظ کی نحوی و صرفی وضاحت، اماکن کی وضاحت، اسما کی وضاحت، مذاہب فقہیہ کا ذکر، مناسبات کا ذکر اور جزوی اسالیب کا تذکرہ شامل ہے۔

الفاظ کی تحلیل وتشریح میں منہج

امام بیضاویؒ الفاظ کی تحلیل و تشریح کثرت سے فرماتے ہیں۔ اس ضمن میں ایسی حدیث شاذ و نادر ہی نظر سے گزرتی ہے جس میں کوئی غریب لفظ ہو اور آپ اس کی وضاحت نہ کریں۔ یوں آپ الفاظ غریبہ لغویہ کی تشریح کرتے اور لغت میں اپنی مہارت کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ کے منہج کے درج ذیل نکات اہم ہیں:

اوّل: الفاظ غریبہ کی تشریح

اس حوالے سے چند امثلہ پیشِ خدمت ہیں:

- **مثال اوّل:** حدیث نمبر 175 میں وارد ایک لفظ متلفعات کی تشریح و تحلیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "التلفع:شد اللفاع وهومايغطى الوجه"[1] کہ یہ لفظ تلفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے لفاع کو مضبوط سے باندھ لینا اور لفاع ہر وہ چیز ہے جس سے چہرہ ڈھانپا جاتا ہے۔
- **مثال دوم:** حدیث غیر 705 میں لفظ "تمتشط الشعثة" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"ای لان تتهيأوتتزين لزوجهابامتشاط الشعروالشعثة:لمنتشرةالشعرمن(شعث)اذاانتشر "[2] اس سے مراد ہے کہ بالوں میں کنگھی کر کے اپنے خاوند کیلئے زیب وزینت سے تیار ہو جائے اور الشعثۃ سے مراد بکھرے بالوں والی عورت ہے یہ شعث بمعنی انتشر سے ماخوذ ہے۔
- **مثال سوم:** حدیث غیر 1082 میں لفظ (الثفل) کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ "الثفل في الاصل: مايرسب من كل شيء والمراد به ما يلتصق بالقدر"[3] یعنی ثفل اصل میں ہر چیز کے آخر کو کہا جاتا ہے۔ یہاں سے مراد ہنڈیا سے لگا ہوا آخری کھانا ہے۔ اسے اللہ کے نبی ﷺ پسند کرتے تھے۔

دوم: نحوی وصرفی مسائل کا تذکرہ

تحلیل الفاظ میں آپ کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ نحوی و صرفی مسائل بھی ذکر کرتے اوران توضیح کرتے ہیں۔ اس کی چند امثلہ بیان کی جاتی ہیں:

- **مثال اوّل:** حدیث نمبر 108 میں "فقال رسول اللهﷺلعلى:مه ياعلى" کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ "و مه:من اسماء الأفعال ومعناه ا كفف"[4] کہ لفظ مہ اسم فعل ہے جو اکفف (رک جا) کے معنی میں ہے۔
- **مثال دوم:** حدیث نمبر 287 میں لفظ "اذا قام من الليل يتهجد" میں لکھتے ہیں "يتهجد اى : ان يصلى صلوة الليل وهو حال من الضمير في (قام)"[5] یعنی یتہجد سے مراد صلاۃ اللیل پڑھنا ہے اور لفظ قام کی ضمیر سے حال ہے۔ مطلب جب تہجد پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے۔
- **مثال سوم:** پہلی حدیث میں لفظ اللہ کی صرفی اور لفظ بینما کی نحوی تحقیق فرماتے ہیں:اصله بين و(ما)مزيدة معوضة عمايستحقه من المضاف اليه ولذلك لايضاف"[6] کہ لفظ بینما در اصل بین اور ما زائدۃ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اس لیے یہ مضاف ہو کر استعمال نہیں ہوتا۔

اماکن کی تعریف ووضاحت

امام موصوف الفاظ کی تشریح میں جہاں کسی جگہ کا نام آئے۔ اس کی مکمل توضیح کرتے ہیں۔ کئی دفعہ ضبط بھی واضح کرتے

ہیں۔اس حوالے سے چند امثلہ ذکر کی جاتی ہیں:

- **مثال اوّل:** حدیث نمبر 812 میں "بوانۃ" کا ذکر ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:"بوانة-بضم الباء:اسم موضع في اسفل مكة دون يلملم"[7] کہ بوانۃ باپر ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے۔یلملم سے پہلے مکہ کے نشیب میں ایک جگہ کا نام ہے۔
- **مثال دوم:** حدیث نمبر 977 کے ضمن میں بصریٰ کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ بصری شام کا ایک مقام ہے۔جس کی جانب تلواریں منسوب ہوتی ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ کی وجہ شہرت کا بھی ذکر کرتے ہیں۔[8]
- **مثال سوم:** حدیث نمبر 1336 میں واقع لفظ اور مکان احجار الزیت کی بابت لکھتے ہیں "احجارالزيت:موضع بالمدينة قريب من الزوراء وهو موضع صلاة الاستسقاء"[9] یعنی احجار الذیت زوراء کے قریب مدینہ میں ایک جگہ ہے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں نماز استسقاء ادا کی گئی تھی۔یزید کی خلافت میں یہاں ایک واقعہ ہوا۔مسلم بن عقیل المزنی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں آیا اور مدینہ میں حرۃ غربیہ میں اترا۔اس کی حرمت پامال کی۔ تین دن یا عند البعض پانچ دن قتل وغارت کرنے کے بعد مکہ لوٹ گیا اور راستے میں ہی فوت ہوا۔

اسماء کی توضیح

کسی معروف شخصیت کا لقب آئے تو اس کا نام بھی ذکر فرماتے ہیں۔حدیث نمبر 977 کے ضمن میں قیصر کا تعارف کرواتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ قیصر عیسائی تھا۔اور اس کا نام ھر قل تھا۔اریسیون بعض روایات کے مطابق عبد اللہ بن اریس کے اتباع مراد ہونے کی بدولت انہیں اس نسبت سے مخاطب کیا گیا۔یہ اہل نصاریٰ کا ایک مشہور آدمی تھا۔اس کے زمانے میں اللہ نے ایک نبی مبعوث فرمایا۔اس نے اپنے ساتھیوں سمیت اس کی مخالفت کی اور انہیں قتل کر ڈالا۔[10] ان تصریحات سے قاضی بیضاویؒ کے تاریخ و سوانح نگاری میں بھی وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

مذاہب فقہیہ کا تذکرہ

امام بیضاویؒ شرح میں فقہی مسائل اور فقہاء کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں لیکن عام طور پر ان کے مصادر و مآخذ کا ذکر نہیں کرتے۔خود شافعی المذہب کی ہونے کی وجہ سے اسے ہی ترجیحاً ذکر کرتے ہیں۔ان فروعی اختلافات کا تذکرہ بیشتر فروعی احکام میں ہوتا ہے۔اس ضمن میں چند امثلہ سے آپ کا اسلوب واضح ہوتا ہے۔

مثال اوّل

حدیث نمبر 132 "ويل للاعقاب من النار" کے ضمن میں پاؤں دھونے سے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اس حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث سے عام علماء کا موقف یہی ہے کہ پاؤں دھونا واجب ہے۔اس پر دلائل میں سے ایک دلیل (وار جلکم) میں لام پر نصب کی قراءت ہے۔اس کا ظاہر اسی بات کا متقاضی ہے کہ جس طرح چہرہ اور ہاتھ دھونا واجب اسی طرح پاؤں دھونا بھی واجب ہیں۔اہل تشیع کا یہ ماننا ہے کہ (ار جلکم) میں لام کا جر پاؤں پر مسح کا متقاضی ہے۔لہذا مسح واجب اور غسل جائز نہیں ہے۔داؤد ظاہری کا قول ہے کہ دھونا اور مسح دونوں واجب ہیں۔کیونکہ دونوں دلیلوں کا تقاضا یہی ہے۔محمد بن جریر کہتے ہیں کہ متوضی کو دونوں امور میں اختیار ہے کیونکہ دونوں دلیلوں میں تعارض ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ جر و نصب کی قراءات

میں تعارض ہے۔ اس کی تاویل ضروری ہے اور جر کی تاویل یہ ہے کہ یہ جر جوار ہے۔ اس تاویل کی طرف جانا ضروری ہے تاکہ عام معروف اور سنت ثابتہ سے موافقت ہو سکے۔[11]

یہاں امام بیضاویؒ دیگر فرق ومذاہب فقہیہ کا تذکرہ مع دلائل کرتے نظر آتے ہیں۔ پھر ان کی تردید اور وجہ ترجیح قائم کرتے ہیں۔ مزید براں قرآن وسنت سے موافقت میں دلائل کی تعبیر کے بھی قائل ہیں جو کہ عمدہ فکر ہے۔

مثال دوم

حدیث نمبر 216 ابو حمید الساعدی نے صحابہ کی ایک جماعت کو نماز کی تعلیم دی۔ اس میں دو سجدوں کے مابین اور پہلے اور دوسرے تشہد میں بیٹھنے کی کیفیات کا تذکرہ ہے۔ اس پر لکھتے ہیں:

اتفقت الأئمة على ان رفع اليدين عند التحريم مسنون واختلفوا في كيفيته فذهب مالك والشافعي الى ان السنة ان يرفع المصلي يديه حيال منكبيه لهذا الحديث ونحوه وقال ابو حنيفة يرفعها حذو اذنيه واختلفوا فى كيفية الجلسات فقال ابو حنيفة يجلس المصلى، وقال مالك يجلس ، وقال الشافعي : يتورك۔[12]

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے مسنون ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ ہاتھ اٹھانے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کندھوں کے برابر اٹھانے کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کانوں کی لو تک اٹھانا درست ہے۔ اسی طرح ان آئمہ کا جلسات کی کیفیت میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ تمام جلسات میں افتراش کے قائل ہیں۔ امام مالک تمام جلسات میں تورک کے قائل ہیں۔ جبکہ اس حدیث کی مناسبت سے امام شافعی پہلے تشہد میں افتراش جبکہ دوسرے میں تورک کے قائل ہیں۔

اس مثال میں امام موصوف فقہی آراء کا تذکرہ کرتے ہوئے امام شافعی کی رائے کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی فقہی آراء کا تذکرہ

احادیث کی شرح میں امام بیضاوی کا ایک اسلوب یہ بھی رہا ہے کہ وہ فقہی مسائل میں صحابہ وتابعین کی آراء کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یعنی فروعی احکام میں صحابہ وتابعین کے مابین بھی اختلاف موجود تھا۔ امام بیضاوی متعدد مقامات پر کسی فروعی یا فقہی مسئلہ کو ذکر کرتے ہوئے اس کے قائل صحابہ اور تابعین کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر 111 کے تحت لکھتے ہیں:

هذا و حديث بسرة دليل على ان المس ناقض للوضوء و هو قول سعد وابن عمر وابن عباس و مذهب الاوزاعي والشافعي واحمد والمزنى والمشهور عن مالك وروى خلافه عن على و ابن مسعودو عمار و حذيفة و عمران بن حصين وهو مذهب ابى حنيفة واصحابه۔[13]

یہ اور بسرہ کی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مس ذکر سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ یہی قول سعد، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنھم کا ہے۔ امام اوزاعی، شافعی، احمد مزنی اور مالک رحم اللہ عنھم کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ جبکہ اس کے مخالف علی، ابن مسعود، عمار، حذیفہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کا موقف ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

فقہی مسالک کے ضعف کا تذکرہ

عام طور پر امام بیضاویؒ فقہی مسائل ذکر کرتے اور اپنے مسلک کی تائید میں دلیل ذکر کر دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات کسی

دوسرے فقہی مسلک کے ضعف کی جانب اشارہ کر کے اس کے ضعف پر دلیل لاتے ہیں۔مثال کے طور پر حدیث نمبر 409 "لیس من البر الصوم في السفر" کے تحت لکھتے ہیں:

وروی عن ابن عمرو ابن عباس انهما قالا يجب عليه الفطر ولا يجوز له الصوم واليه ذهب داود لظاهر هذا الحديث ولما روى : انه بلغ النبيﷺ ان اناسا صاموا فقال : اولئك العصاة : وهو ضعيف ،اذ يصح منه وممن كانوا معه في الاسفار انهم صاموا من غير نكير وهذا الحديث لا يدل على حرمة الصوم فان عدم كونه من البر لا يدل على عدم جوازه ثم انه مخصوص بسبب مقصور على من يجهد الصوم ويؤديه الى مثل حال ذلك الرجل۔[14]

سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔جمہور ائمہ کا خیال یہی ہے کہ بندے کو اختیار ہے۔روزہ رکھے چاہے نہ رکھے۔ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ روزہ ترک کرنا واجب ہے۔رکھنا جائز نہیں۔اسی جانب داؤد ظاہری کا رجحان ہے۔ان کی دلیل ایک یہ حدیث ہے اور دوسری وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کو دوران سفر روزہ رکھنے والوں کی خبر ملی تو فرمایا: یہ نافرمان لوگ ہیں۔ان کا موقف اور استدلال کمزور ہے کیونکہ نبی ﷺ سے اور صحابہ سے سفر میں روزہ رکھنا بلا کراہت و نکیر ثابت ہے۔اس حدیث سے روزے کی حرمت پر استدلال درست نہیں کیونکہ سفر میں روزہ نیکی نہ ہو اس سے عدم جواز لازم نہیں آتا۔پھر یہاں سبب بھی مخصوص ہے۔یہ حکم فقط ایسے آدمی کیلئے ہے جسے روزہ مشقت میں ڈال کر اس آدمی کی حالت تک پہنچادے۔

امام بیضاویؒ تفریع حکم اور مناقشہ میں حدیث اور فقہ کے تمام اصول سامنے رکھتے ہیں جیسے یہاں سبب ورود کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے آپ کی دقت فہم کا پتہ چلتا ہے۔

مسائل کے اخذ و استخراج میں آپ کا طرز

امام بیضاوی احادیث سے مستنبط مسائل کا تذکرہ بھی اپنی شرح میں کرتے ہیں اور فوائد حدیث پر بحث کرتے ہیں۔اس سلسلے میں آپ کے اسلوب کے اہم نکات یہ ہیں:

- فوائد و احکام کا ذکر عام انداز اور ظاہری اعتبار سے کرتے ہیں۔
- کبھی کبھی ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید وغیرہ پر بحث کر کے اپنی اصل رائے تک پہنچتے ہیں۔
- کسی حکم اور فائدے کی تائید و تاکید کیلئے قرآنی آیات اور احادیث بھی ذکر کرتے ہیں۔البتہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

اس ضمن میں چند امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔

مثال اوّل

حدیث نمبر (421) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں مسجد حرام کے اندر ایک رات اعتکاف کی نیت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نذر پوری کرو۔مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام بیضاوی اس سے درج ذیل مسائل کا استنباط فرماتے ہیں:

1. ایک رات کا اعتکاف جائز ہے۔
2. اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں ہے۔
3. کافر جب قربت کی نذر مان لے تو اسلام کے بعد اسے پورا کرنا لازم ہے۔امام بیضاویؒ اسے لازم نہیں کرتے۔ بلکہ امر کو ندب پر محمول کرتے ہیں۔

4. مسجد حرام میں اعتکاف کی تعیین درست ہے جب نذر میں یہ تعیین کر رکھی ہو۔[15]

مثال دوم

حدیث نمبر (222) کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں؟ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبنى على ذلك ان التسمية ليست من الفاتحة وان (انعمت عليهم) آية : ويمنعه ما روى ابو عبد الله الحاكم في صحيحه هذا الحديث باسناده عن ابى هريرة وذكر فيه فاذا قال العبد بسم الله الرحمن الرحيم قال الله ذكر ني عبدي وما روى الترمذى باسناده عن ام سلمة أن النبى ﷺ قرأ الفاتحة وقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ووقف۔[16]

سورۃ فاتحہ کی بالا جماع سات آیات ہیں۔ پہلا نصف اللہ کیلئے جو کہ تین آیات ہیں۔ اور چوتھی آیت پر حدیث کے الفاظ ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندے کے مابین ہے۔ اس بناء پر یہ واضح ہوتا ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا حصہ نہیں۔ (انعمت علیھم) ایک مستقل آیت ہے۔ لیکن اس میں مانع امام حاکم کی سند سے بیان کردہ یہی حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہے تب اللہ فرماتے ہیں۔ "ذکرنی عبدی" اسی طرح ترمذی کی ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فاتحہ کی قراءت کی اور بسم اللہ پڑھ کر وقف کیا۔

مثال سوم

حدیث نمبر (278) اس میں نماز کی کیفیت سے متعلق ایک حصہ ہے کہ "واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا" جب وہ نماز بیٹھ کر پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ اس مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقوله واذا صلى جالسا فصلوا جلوسا - اى اذا جلس للتشهد فاجلسوا والمتشهد مصل وهو جالس وقيل معناه ان الامام لو جلس في حال القيام لعذره وافقه المأمون فيه وان لم يكن بهم بأس ثم اختلفوا فيه - فقيل انه محكم ثابت حكمه وهو قول احمد و اسحاق وقيل - انه منسوخ بحديث عائشة وهو انه صلى في مرضه الذي توفي فيه قاعدا والناس خلفه قياما وهو مذهب سفيان الثورى و ابن المبارك وابى حنيفة والشافعي،وقال مالك۔[17]

اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام تشہد کیلئے بیٹھے تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔ تشہد میں بیٹھا نمازی بھی مصلی ہی ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر امام کسی عذر کی بناء پر بیٹھ جائے تو مقتدی اس کی موافقت میں بیٹھ جائیں۔ چاہے انہیں کوئی عذر بھی نہ ہو۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض کے ہاں یہ محکم اور اس کا حکم آج بھی ثابت ہے۔ امام احمد اور اسحاق کی یہی رائے ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک یہ حدیث، حدیثِ عائشہ سے منسوخ ہے کیونکہ آپ نے مرض الوفات میں جب نماز بیٹھ کر پڑھائی تو مقتدی پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ یہ سفیان ثوری، ابن المبارک ابو حنیفہ اور شافعی کی رائے ہے۔ امام مالک کی رائے میں امام کا بیٹھ کر امامت کرانا جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں حدیثیں ان کے خلاف دلیل ہیں۔

اس مقام پر امام بیضاویؒ کی رائے بھی نسخ والی ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے جو خود تشریح کی ہے اسے تشہد سے مربوط کیا ہے اور امام شافعیؒ کے مذہب کو نسخ سے ذکر کیا ہے۔ مزید برآں ان تصریحات کی روشنی میں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسائل و فوائد کے اخذ و استخراج میں امام بیضاویؒ پوری دقت سے کام لیتے ہیں۔ الفاظ کی مرادی حیثیت کہ ندب ہے یا وجوب، نسخ کی حیثیت، سبب

ورود وغیرہ سب کچھ سامنے رکھتے ہیں اور تائید میں نصوص سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

موضعی انداز شرح

امام بیضاویؒ کی شرح کا مجموعی انداز موضعی ہے۔ اس انداز میں شارح مصنف کی ترتیب کو سامنے نہیں رکھتا بلکہ کسی بھی حدیث کو لے کر اس کے قابل شرح مقامات کی شرح کرتا ہے۔ پھر اس شرح میں موضوعات متعدد بھی ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں مقدمۃ النفع الشذی میں لکھا ہے:

اما الشرح الموضعی او الشرح بالقول فهو الذي يتصدى فيه الشارح لمواضع معينة من سند الحديث و متنه و يصدرها (قوله)ثم بعد ذلك يشرح اللفظ او العبارة من مختلف جوانبها وان تعدد موضوعها۔[18]

موضعی شرح جسے شرح بالقول بھی کہتے ہیں، میں شارح سند و متن سے متعین مقامات کا انتخاب کرتا ہے۔ پھر سند و متن سے الفاظ ذکر کر کے (قولہ) کا لفظ بول کر شرح کرتا ہے۔ چاہے موضوعات متعدد ہی ہو جائیں۔

امام بیضاویؒ کا انداز بھی یہی ہے۔ وہ صرف (قولہ) نہیں کہتے۔ یہ اس نہج کی کتب کا عام انداز ہے کہ ان میں (قولہ) کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض شارحین اس کا اہتمام نہیں کرتے۔ امام بیضاویؒ، امام بغویؒ کی ترتیب بھی سامنے نہیں رکھتے اور ایک ہی حدیث میں لغت، ادب، فقہ، اصول حدیث وغیرہ جیسے موضوعات پر بحث ہوتی رہتی ہے۔

تحفۃ الابرار کے جزوی اسالیب

گزشتہ سطور میں تحفۃ الابرار کے عمومی طرز تحریر و اسلوب پر تفصیلی بحث کے بعد یہاں ہم اس کے کچھ جزوی اسالیب کی نشاندہی کرتے ہیں جن کا مشاہدہ مطالعہ کے دوران ہوتا ہے۔ لیکن انہیں خصوصیت کے ساتھ عمل میں نہیں دیکھا گیا۔

1: تصوف و تزکیہ کے اشارات

دوران مطالعہ بعض مقامات پر تصوف، تزکیہ اور اصحاب السلوک سے متعلق کچھ اشارات بھی ملتے ہیں۔ کتاب کے مقدمہ ثانیہ کا مطالعہ کرنے سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے جہاں اعمال ظاہرۃ سے متعلق علم کو تصوف، مکارم الاخلاق، ریاضت، تزکیہ اور تخلیہ کا علم کہا گیا ہے اور احوال باطنہ سے متعلق علم کو حقائق، مشاہدہ اور مکاشفہ کا علم کہا گیا ہے۔[19] اسی طرح حدیث نمبر 461 کے تحت اللہ کے ننانوے اسماء کے احصاء پر جنت کی بشارت سے متعلق احصاء کا تیسرا مفہوم (اطاق القيام بحقها) بیان کیا۔ اس سے مراد ان کے تقاضوں کو پورا کرنا اور اس کیفیت کو اولیاء سے خاص کیا ہے۔[20] ایسے ہی "الطهور شطر الايمان" کے ضمن میں بعض محققین کا قول ذکر کیا ہے کہ طہور سے مراد "تزكية النفس عن العقائد الزائغة والاخلاق الذميمة" ہے۔[21] یعنی برے اخلاق اور فاسد عقائد سے نفس کا تزکیہ ہی اصل طہارت ہے۔

2: مناسبات کا تذکرہ

امام موصوف بعض مقامات پر حدیث اور باب کی مناسبت اور کسی جگہ الفاظ کی باہمی مناسبت کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جو آپ کی فقہی بصیرت کی شہادت ہے۔ اس کے لیے دو مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

مثال اوّل

امام بغویؒ باب سنن الوضوء میں ایک حدیث لائے ہیں: "اسبغوا الوضوء[22]" وضو کو اچھی طرح مکمل کرو۔ اس پر لکھتے ہیں:

فان قلت : ما وجه ايراده في هذا الباب ؟ قلت - اشتماله على الامر با سباغ الوضوء اوجب ذلك فانه من السنن المعنٰى به تكميله والمبالغة فيه كاالتثليث وتطويل الغرة ۔[23]

اگر آپ پوچھیں کہ اس باب میں اس حدیث کو کیوں لایا گیا۔؟ تو میرا جواب ہو گا کہ اس حدیث میں اسباغ الوضو کا حکم ہے۔ اس لیے یہ یہاں ضروری ہوا کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔ اس لیے کہ اس سے مراد وضو کی تکمیل اور مبالغہ ہے۔ جیسا کہ اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونے اور چمک کو لمبا کرنے کے احکام سے واضح ہے۔

مثال دوم

باب المطلقۃ ثلاثا میں امام بغویؒ ایلاء سے متعلق حدیث اور اس کے بعد ظہار کی حدیث لائے ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بیضاویؒ لکھتے ہیں:

وانما اورد هذا الحديث والذي بعده فى هذا الباب لما بين الايلاء والظهار والطلاق من المناسبة۔[24]

اس باب میں یہ اور بعد والی حدیث (ایلاء اور ظہار سے متعلق) لانے کا مقصد اور وجہ ظہار، ایلاء اور طلاق میں مناسبت ہے۔

3: مصادر اور ان سے استفادے کا انداز

امام بیضاویؒ کا انداز شرح زیادہ تر اجتہادی نوعیت کا ہے۔ اس کی وجہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کی مہارت ہے۔ اس لیے آپ زیادہ تر اپنی ہی بات کرتے ہیں۔ کہیں کہیں کسی مصدر سے بات نقل کرتے ہیں تو اصل کا حوالہ بھی کم ہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ فقہی مذاہب کا تذکرہ کرتے وقت آپ کا یہ انداز ہے کہ محض تذکرہ ہی مقصود ہوتا ہے۔ سلف کے ہاں یہی طریق رہا ہے۔ ان کی آراء اور تفصیلی دلائل کیلئے ان فقہی مذاہب کی کتب اصلیہ دیکھی جاسکتی ہیں۔ باقی لغت میں آپ خود امام ہیں۔ لیکن پھر بھی امام زمخشری سے متاثر ہیں۔ ان کی الفائق فی غریب الحدیث کا حوالہ دیتے ہیں اور بھی اکثر مقامات پر لغوی ابحاث میں ان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث نمبر (909) کے تحت لکھتے ہیں:

والزعبة-بفتح الزاي وضمها-الدفعةمن المال- قال في(الفائق) الزعبة بالفتح بناء المرة وبالضم المدفوع۔[25]

لفظ (الزعبۃ) زای کے ضمہ اور فتح دونوں سے پڑھا جاسکتا ہے۔ مراد ہے مال سپرد کرنا۔ الفائق میں ہے زعبۃ اگر زای کے فتح کے ساتھ ہو تو مراد مصدر مرۃ کی بناء ہے اور زای کے ضمہ سے ہو تو مراد سپرد کیا ہوا۔

یہاں ایک بات واضح ہوتی ہے کہ امام بیضاویؒ وہ اپنی رائے کی تائید میں بھی الفائق کا حوالہ دیتے ہیں۔ الغرض اس میں وہ خود بھی مضبوط رائے کے مالک ہیں۔ مزید بر آں یہ بات لائق ذکر ہے کہ یہ شرح مصنف کی حدیث، فقہ، عقیدہ اور لغت میں قابلیت کی بنا پر زبردست شرح ہے۔ اسی لیے اس میں مصادر و موارد انتہائی قلیل ہیں۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصابیح السنہ کی شروحات میں یہ ایسی شاندار شرح ہے کہ جس میں احادیث سے متعلق کلام کا اسلوب مصنف کا ذاتی ہے جو مصنف کے اجتہاد، فہم اور بصیرت سے ماخوذ ہیں۔ ذیل میں ان چند کتب کے نام دیے جاتے ہیں جن سے کہیں کہیں کوئی بات نقل ہوئی ہے:

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1	صحيح البخارى	ابو عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى

2	صحیح مسلم	ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری
3	سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی
4	سنن الترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی
5	مسند الشافعی	ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی
6	المستدرك على الصحيحين	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم
7	الفائق فی غریب الحدیث	ابو القاسم محمود بن جار اللہ الزمخشری
8	غریب الحدیث	ابو عبید القاسم بن سلام الحصروی
9	معالم السنن	ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی
10	شرح السنۃ	ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی
11	الصحاح	ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری
12	مقاییس اللغۃ	ابو الحسین احمد بن فارس الرازی
13	کتاب العین	الخلیل بن احمد الفراہیدی
14	المنثور	ابو ابراہیم اسماعیل بن یحیٰ المدنی

ان مصادر و موارد سے استفادے کا انداز کچھ اس طرح ہے کہ کتب احادیث سے تائید و تفصیل کیلئے کوئی روایت نقل کرتے ہیں۔ کسی مقام پر اختلافِ نسخ ذکر کرتے ہیں۔ مصابیح السنۃ کے نسخوں میں اختلاف کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ کتب اللغۃ والمعاجم سے الفاظ کی تشریح نقل فرماتے ہیں اور کسی جگہ مصدر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ ان سب میں بھی انداز یہی ہے کہ مصنف و مؤلف کا نام لیتے ہیں مصدر کا نام بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر (670) "من اعمر ارضا لیست لاحد فھو احق بھا[26]" کی شرح میں لکھتے ہیں:

> هكذا مكتوب في نسخ(المصابيح)والشيخ ايضاأورده في (شرح السنة)مروياعن الامام محمد بن اسماعيل البخاري بهذه الصيغة-ونسخ البخاري مختلفة في بعضها"اعمر"وفي بعضها"عمر" [27]
>
> یہ روایت مصابیح کے نسخوں میں ہے ایسے ہی منقول ہے اور شیخ انہی الفاظ سے اسے امام بخاریؒ سے نقل کر کے شرح السنہ میں بھی لکھتے ہیں۔ پھر بخاری کے نسخوں میں بھی اختلاف ہے۔ بعض میں (اعمر) جبکہ بعض میں (عمر) کے الفاظ ہیں۔

یہاں اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے کہ الفاظ کے اس تفاوت سے معنیٰ پر کوئی فرق نہیں ہو گا۔ کیونکہ عرب میں دونوں مترادف کے طور پر مستعمل ہوتے ہیں۔ اسی طرح قال الخطابی کہہ دیتے ہیں اور مصدر کا نام نہیں لیتے۔ قال ابوعبید کہہ کر لفظی تشریح کرتے ہیں۔ ان معروضات سے آپ کا مصادر سے استدلال کا طریقہ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے جس کی وضاحت ما قبل میں کی جا چکی ہے۔

حاصل بحث

زیرِ نظر مقالہ امام بیضاویؒ کی معروف حدیثی شرح تحفۃ الابرار میں اُن کے منہج تشریح و تحلیل کا اختصاصی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ امام موصوف نے حدیث کے غریب اور مشکل الفاظ کی لغوی، صرفی اور نحوی تشریحات کو بڑی دقت اور فصاحت سے بیان کیا

ہے۔ وہ ہر ایسے لفظ کی توضیح کرتے ہیں جو عام فہم نہ ہو، اور اس کے لغوی مصادر، مادہ اور استعمالات کو بیان کرتے ہیں۔ اگر کسی مقام، شہر، یا شخصیت کا ذکر آئے تو اُس کی جغرافیائی یا تاریخی شناخت بھی واضح کرتے ہیں۔ امام بیضاویؒ حدیث کے اسالیب اور مناسبات پر بھی توجہ دیتے ہیں اور متون کے باہمی ربط کو برقرار رکھتے ہیں۔ شرح میں فقہی مسالک، اعتقادی تفصیلات اور فرقِ کلامیہ کا بھی علمی و اعتدال پر مبنی تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان کا انداز اختصار پر مبنی ہے مگر اس میں گہرائی، تدبر اور تحقیق نمایاں ہے۔ وہ ماضی کی معتبر کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اجتہادی انداز میں ان کے اقوال کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔ ان کی شرح میں "الفائق"، "معالم السنن" اور دیگر مصادر کی جانب گاہے بہ گاہے رجوع موجود ہے۔ اس شرح کو لغت، فقہ، عقائد اور اصول حدیث کے حوالہ سے بھی علمی طور پر معتبر سمجھا گیا ہے۔ چونکہ امام بیضاویؒ کا انداز اور طریقہ بحث جداگانہ ہے اور یہ کتاب آپ کی علمی قابلیت کا عکس ہے اس لیے اس کتاب سے بعد کے شرّاح بطور مصدر بھی استفادہ کرتے ہیں۔ ابن حجر فتح الباری میں [28]، العینی عمدۃ القاری میں [29]، المناوی فیض القدیر میں [30] اور ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح میں [31] اس کتاب سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے حوالہ جات میں اس کتاب کے مظاہر نظر آئیں گے اور لفظ قال البیضاوی سے اسی جانب اشارہ ہوگا۔ یہ مصنف کی کتاب کی قبولیت کی دلیل ہے۔ مقالہ میں ان تمام جہات کو منہجی انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ امام بیضاویؒ کی حدیث فہمی کی وسعت اور ان کی علمی گہرائی کا مظہر ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 البیضاوی، عبداللہ بن عمر، **تحفة الابرار**، (کویت: ادارہ الثقافۃ الاسلامیۃ، 2012)، 1/238۔

2 ایضاً، 2/333۔

3 ایضاً، 3/113۔

4 ایضاً، 3/112۔

5 ایضاً، 1/360۔

6 ایضاً، 1/27۔

7 ایضاً، 2/447۔

8 ایضاً، 3/14۔

9 ایضاً، 3/331۔

10 ایضاً،، 3/14۔

11 ایضاً، 1/190۔

12 ایضاً، 1/276۔

13 ایضاً، 1/175۔

14 ایضاً، 1/501۔

15 ایضاً، 1/514۔

16 ایضاً، 1/287۔

17 ایضاً، 1/347۔

18 احمد معبد عبد الکریم، الدکتور، **تقدیم نفح الشذی**، (ریاض: دار العاصمۃ، 1409ھ)، 1/91۔

19 البیضاوی، تحفة الابرار، 11/7۔

20 ایضاً، 2/21۔

21 ایضاً، 1/166۔

22 البغوی، حسین بن مسعود، شرح السنة، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1983ء)، رقم الحدیث: 271۔

23 البیضاوی، تحفة الابرار، 1/191۔

24 ایضاً، 2/393۔

25 ایضاً، 2/546۔

26 ایضاً، 2/293۔

27 ایضاً، 2/294۔

28 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، (مصر: المکتبۃ السلفیۃ، 1390ھ)، 1/60۔

29 العینی، بدرالدین محمود بن احمد، عمدة القاری، (بیروت: دارالفکر، سن ندارد)، 3/18۔

30 المناوی، عبدالرؤف بن تاج، فیض القدیر، (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1356ھ)، 2/9۔

31 ملا علی قاری، علی بن سلطان، مرقاة المفاتیح، (بیروت: دارالفکر، 2002ء)، 1/377۔